مرثیہ غیر مطبوعہ

(1)

دنیا کی ہر روش کا ہے انجام انقلاب
اس کے تغیرات کا ہے نام انقلاب
ہے وقت کی زبان کا پیغام انقلاب
ہر صبح انقلاب ہے ہر شام انقلاب
اپنی حدوں پہ جب شبِ تاریک آگئی
منزل سحر کی اور بھی نزدیک آگئی

(2)

مرضی ہے کس کی معرکہ آرائے انقلاب
فطرت کے قلب میں ہے تمنائے انقلاب
کرتا ہے ذرّہ ذرّہ تقاضائے انقلاب
ہوتا ہے ہر قدم پہ تماشائے انقلاب
گردش زمیں میں ہے حرکت آسمان میں
جو آج ہے وہ کل نہ رہے گا جہان میں

(3)

تاریکیٔ افق سے ابھرتے ہیں قافلے
راہوں کے پیچ و خم سے گزرتے ہیں قافلے
منزل کی آڑ لے کے ٹھہرتے ہیں قافلے
دم عزم و اعتماد کا بھرتے ہیں قافلے
یہ زندگی سفر کے سوا اور کچھ نہیں
موت ایک رہگذر کے سوا اور کچھ نہیں

(4)

تاریخ کہہ رہی ہے اک ایسے سفر کا حال
دنیائے اعتبار میں جس کی نہیں مثال
ہے جادۂ وفا پہ کچھ افراد خوش خصال
سالارِ قافلہ تھا علیؑ ولی کا لال
نکلا تھا گھر کو چھوڑ کے دنیا کے جبر سے
رویا لپٹ لپٹ کے جو نانا کی قبر سے

(5)

اس حال میں حسینؑ کو کیا یاد آگیا
عزم و ثباتِ شیرِ خدا یاد آگیا
بیٹے کو ماں کا طرزِ دعا یاد آگیا
وہ کمسنی کا عہدِ وفا یاد آگیا
نانا سے کررہا تھا نواسا بیانِ دل
احساس کی زبان تھی اور داستانِ دل

(6)

کی عرض امرِ حق کی حفاظت ہمیں سے ہے
دنیا میں احترامِ شریعت ہمیں سے ہے
روشن چراغ عہدِ رسالت ہمیں سے ہے
سامانِ سرخروئی ملت ہمیں سے ہے
دنیا کی زد سے دینِ خدا کو بچائیں گے
حق پر جو آنچ آئی تو پلٹ کر نہ آئیں گے

(7)

بات اتنی بڑھ گئی کہ وطن کی زمیں ہے تنگ
شاہی کے اشتیاق نے بدلا ہے دیں کا رنگ
ارباب زر کو پاسِ شریعت ہے وجہ ننگ
ہوتی ہے ایک فیصلہ کن خیر و شر کی جنگ
خواہش ہے وقت کی قدم آگے بڑھائیں ہم
توفیقِ ایزدی ہو تو کچھ کر دکھائیں ہم

(8)

مذہب کی زندگی کو ہے قوت کی جستجو
اعزاز کی وقار کی عظمت کی جستجو
حُسنِ عمل کی شانِ شجاعت کی جستجو
ایمان کررہا ہے شہادت کی جستجو
جلدی مہم یہ سر ہو دعا دیجیے ہمیں
منزل بلا رہی ہے رضا دیجیے ہمیں

(9)

کیا وقت تھا کہ جب کوئی غم تھا نہ خلفشار
کرتے تھے آپ دوش پہ اپنے ہمیں سوار
اب یہ گلا ہے اور ہے شمشیرِ آبدار
کانوں میں گونجتی ہے اک آواز بار بار
میدانِ کربلا نے پکارا ہے الوداع
نانا ہمیں قضا نے پکارا ہے الوداع

(10)

نانا سے اذن لے کے اٹھے کارواں بڑھا
بڑھتے ہی جس کے سلسلۂ امتحاں بڑھا
سوزِ عیاں کے ساتھ ہی دردِ نہاں بڑھا
تیار ہوکے موت پہ ہر قدر داں بڑھا
مستقبلِ سفر نہ کسی کی نظر میں تھا
بارِ امید و بیم بھی زحتِ سفر میں تھا

(11)

یثرب سے جب سواریٔ سبطِ نبی چلی
رونق چلی بہار چلی زندگی چلی
حکمت چلی شعور چلا آگہی چلی
ہمراہ اہلِ بیتؑ کے پاکیزگی چلی
جن کو خلوص تھا وہ فدا کار ساتھ تھے
قدرت نے جو چنے تھے وہ انصار ساتھ تھے

(12)

خود ذوقِ کربلا تھا نگہباں حسینؑ کا
دشمن تھا گرچہ صاحبِ فرقاں حسینؑ کا
یہ وجہ احتیاط یہ عرفاں حسینؑ کا
یہ حرمتِ حرم پہ ہے احساں حسینؑ کا
کس حُسن سے مقامِ شہادت بتا گئے
کعبہ کے راستے سے سوئے کربلا گئے

(13)

پہنچے جو کربلا میں تو دنیا بدل گئی
توفیقِ دردِ زیست کا نقشا بدل گئی
فیضِ قدم سے حالتِ صحرا بدل گئی
فکرِ ستم میں نیتِ اعدا بدل گئی
تھی فوجِ ظلم و جبر جو دشمن حیات کی
پیاسوں پہ بند ہوگئیں راہیں فرات کی

(14)

عاشور کی وہ رات وہ منزل کی ظلمتیں
ظلمت تھی مشکلوں کی تو مشکل کی ظلمتیں
سوزِ جگر تھیں پیاسوں کا ساحل کی ظلمتیں
وہ نورِ حق کے سامنے باطل کی ظلمتیں
تاریکیوں کے سائے میں سارا جہان تھا
پیری تھی روشنی کی اندھیرا جوان تھا

(15)

شدت کی پیاس میں شبِ عاشور کٹ گئی
تاریخ غم کا ایک ورق اور الٹ گئی
ظلمت کی فوج صبح کے رستہ سے ہٹ گئی
دم بھر میں کائنات کی قسمت پلٹ گئی
ہیبت سے ایک لشکرِ شب زندہ دار کی
تاریکیوں نے راہِ فرار اختیار کی

(16)

اُبھرا افق سے نیّرِ تابانِ کربلا
روشن ہوئی جبینِ بیابانِ کربلا
خیمہ سے باہر آ گیا سلطانِ کربلا
وہ شاہِ بے دیار وہ مہمانِ کربلا
عہدِ ازل کا بارِ امانت لیے ہوئے
درماں و درد دونوں کو یکجا کیے ہوئے

(17)

دنیا کے بحر و بر میں تلاطم تھا رونما
جیسے کہ ختم ہونے کو ہے عمرِ ماسوا
ہر سمت کائنات کے خالق سے تھی دعا
موجوں کی عرض داشت تھی ذرّوں کی التجا
رہ جائے بات ابنِ شہِ بوتراب کی
ضد سے مچل رہی تھی کرن آفتاب کی

(18)

وہ صبح کا سماں وہ جلالت حسینؑ کی
کتنے دلوں پہ نقش ہے صورت حسینؑ کی
ہو جیسے زندگی کو ضرورت حسینؑ کی
تھی بحر و بر کے قلب میں ہیبت حسینؑ کی
صحرا پکارتا تھا کہ میں بے قصور ہوں
دریا کو تھی یہ شرم کہ پیاسوں سے دور ہوں

(19)

اس قافلے میں تھیں وہ خواتین ذی وقار
تطہیر کا جلال تھا خود جن کا پردہ دار
پہلے کبھی ہوئی تھیں نہ اس طرح بے دیار
محسوس ہوگیا تھا کہ ہے وقتِ کار زار
سب منزلِ وفا کی طرف رہ نورد تھیں
اس گھر کی عورتیں بھی شجاعت میں مرد تھیں

(20)

زینبؑ نے راہِ صبر کو آسان کردیا
ایثار کے کمال کو ایمان کردیا
قائم جہادِ زیست کا عنوان کردیا
اولاد کو اصول پہ قربان کردیا
نذرِ وفا امامؑ وفا نے قبول کی
لٹ کر بھی مطمئن تھی نواسی رسولؐ کی

(21)

مارے گئے جو عونؑ و محمدؑ سے دوپہر
زینبؑ نے یوں اٹھائی سوئے آسماں نظر
اک ہاتھ اِس کی لاش پہ اک اُس کی لاش پر
چپ رہ گئی یہ کہہ کے وہ خاتون خوش سیر
قسمت کی تیرگی نے یہ دین بھی دکھادیے
اس گھر کے دو چراغ تھے وہ بھی بجھا دیے

(22)

جن کو بڑی امیدوں سے پالا بڑا کیا
ان کو نثارِ حوصلہ کربلا کیا
یوں مامتا نے حقِ امانت ادا کیا
ٹکڑوں کو دل کے قرض سمجھ کر جدا کیا
بنتِ علیؑ کے پیشِ نظر ہر مقام تھا
بیٹے خدا کی دین تھے بھائی امامؑ تھا

(23)

عباسؑ ہوگئے جو اجازت سے سرفراز
نکلے تلاشِ آب میں پیاسوں کے چارہ ساز
ساحل کو تھا عروجِ مقدر پہ فخر و ناز
کچھ اور بڑھ گیا حق و باطل کا امتیاز
تھی دشمنوں کو ضد کہ نہ اس سمت آیئے
دریا پکارتا تھا کہ تشریف لایئے

(24)

کرتے ہوئے ہجوم کو دشمن کے منتشر
ساحل کی حد پہ تھم گئے عباسِ نامور
تشنہ لبوں کی طرح نہ پانی پہ کی نظر
چلّو میں لے کے پھینک دیا سطحِ آب پر
عباسؑ سے وہ درس ملا ہے فرات کو
کوتاہ دامنی کا گِلا ہے فرات کو

(25)

تعلیم صبر و شکر ملی تھی امامؑ سے
نسبت تھی تشنگی کو شہادت کے جام سے
واقف تھے خوب ایسی وفا کے مقام سے
اذنِ جہاد پایا تھا بچوں کے نام سے
پانی سے مشک بھرتے ہی دریا سے ہٹ گئے
سیدھے ہوئے علم کو سنبھالا پلٹ گئے

(26)

کاندھے پہ وہ علم تھا جو اب تک ہے یادگار
عزم و عمل کا جاہ و جلالت کا شاہکار
جنبش پہ جس کی عظمتِ قومی کا انحصار
سایہ میں جس کے ہوگا دو عالم پہ اقتدار
وابستہ جس سے حمزہؑ و جعفرؑ کی یاد تھی
خود جس کے دل میں فاتحِ خیبر کی یاد تھی

(27)

دیتا اگر علم کو زباں ربِّ دوجہاں
ہوتے ہزار نکتۂ فتح و ظفر عیاں
کہتا یہ سب سے معرکۂ حق کی داستاں
رکھا ہے احتیاطِ مشیت نے بے زباں
پنہاں حقیقتوں کی گرہ کھولتا نہیں
بات آپڑی ہے یہ کہ علم بولتا نہیں

(28)

نرغہ کیے ہوئے جو سپاہِ یزید تھی
زخمی تھا سارا جسم نقاہت شدید تھی
دل تھا قوی کہ دل میں ابھی اک امید تھی
اور یہ امید بابِ ظفر کی کلید تھی
ہمت پہ مشک میں پانی گواہ تھا
ہاتھ اس کے کٹ چکے تھے مگر روبراہ تھا

(29)

عباسؑ کو تھا نام بھی بیعت کا ناگوار
ذکرِ اماں سے تھا دلِ درد آشنا کو عار
نازاں تھا اپنی وضعِ وفا پر وفا شعار
سمجھا دیا یہ دل کو تو آیا کہیں قرار
جز فکرِ مشک اب کوئی غم ساتھ ہی نہیں
بیعت کا کیا سوال ہے جب ہاتھ ہی نہیں

(30)

ٹوٹی یہ آس تیر جب آیا ہے مشک پر
گھوڑے سے جب گرے ہیں علمدارِ نامور
آنکھوں میں دم حسینؑ کے خیمہ پہ تھی نظر
آخر اسی جگہ سے کیا آخری سفر
عباسؑ کس مقامِ تمنا پہ رہ گئے
پیاسوں کے غم میں ساحلِ دریا پہ رہ گئے

(31)

تاعصر حق کی راہ دکھاتے رہے حسینؑ
فرمانِ کردگار سناتے رہے حسینؑ
حکمِ رسولؐ یاد دلاتے رہے حسینؑ
لاشے مجاہدوں کے اٹھاتے رہے حسینؑ
اب کون ایسی صبر کی قوت دکھائے گا
کوئی امامِ وقت نہ لاشے اٹھائے گا

(32)

اک لاش یادگار برادر کی لاش تھی
پیشِ نظر شبیہ پیمبرؐ کی لاش تھی
ساحل پہ ابنِ فاتحِ خیبر کی لاش تھی
ہاتھوں پہ بے زباں علیؑ اصغر کی لاش تھی
یہ شان منفرد ہے شہِ تشنہ کام کی
مقتل میں دیدنی تھی شجاعت امامؑ کی

(33)

بعدِ وغا بڑھا جو شہیدوں کا سوگوار
آنکھوں میں اک جلال تھا چہرے پہ اک وقار
روشن جبیں سے شوقِ شہادت تھا آشکار
باہر ہوئی قیام کے پردے سے ذوالفقار
ہیبت وہ تھی کہ قلبِ جہاں سرد ہوگیا
مغرب میں آفتاب کا منہ زرد ہوگیا

(34)

غربت میں بیکسی میں سہارا کوئی نہ تھا
کرتا جو اپنی موت گوارا کوئی نہ تھا
ہوتا جو بڑھ کے معرکہ آرا کوئی نہ تھا
تنہا مہِ مبیں تھا ستارا کوئی نہ تھا
بے اختیار حق کے ولی یاد آ گئے
تلوار کھینچتے ہی علیؑ یاد آ گئے

(35)

سب ختم ہوچکی تھی بضاعت حسینؑ کی
جو کر رہے تھے صبح سے خدمت حسینؑ کی
کام آچکے تھے لے کے اجازت حسینؑ کی
لشکر تھا اب کوئی نہ قیادت حسینؑ کی
اک خالقِ سرور و غمِ روزگار تھا
اک جبر و اختیار کا پروردگار تھا

(36)

پائی جو غور و فکر کی فرصت حسینؑ نے
محسوس کی صدائے مشیت حسینؑ نے
دیکھی قضائے مرضیِ قدرت حسینؑ نے
ظاہر کیا کمالِ شجاعت حسینؑ نے
مانوس تھے جو حق کے پیام و سلام سے
آگے بڑھے اجازتِ ربِّ انام سے

(37)

اس سمت بے شمار ضلالت کے تھے ہدف
تنہا اُدھر امامِ دوعالم تھے سر بکف
ترتیب اِدھر تھی ظلم مکمل کی صف بہ صف
یکجا تھی پوری قوتِ اسلام اس طرف
دیکھا جو محوِ جنگ شۂِ دیں پناہ کو
خیبر کی یاد آگئی اہلِ نگاہ کو

(38)

اب خیر و شر کا معرکہ آیا شباب پر
حملہ تھا جانشینِ رسالتؐ مآب پر
ذرّات کی ہو جیسے یورش آفتاب پر
حیرت تھی کائنات کو اس انقلاب پر
رخ زندگی کا راہِ ترقی سے پھر گیا
ایماں کا چاند کفر کی بدلی میں گھر گیا

(39)

کہتے ہیں سب حیات ہے ممنونِ ارتقا
جلوے ہیں شش جہات کے مرہونِ ارتقا
فطرت کا دل ازل سے ہے مفتونِ ارتقا
اس پر بھی کربلا میں ہوا خونِ ارتقا
حالت یہ دیکھ کر شۂِ والا صفات کی
میداں میں سانس رکنے لگی کائنات کی

(40)

سب لٹ چکا تھا دشت میں سامانِ زندگی
نرغہ میں تھا خزاں کے گلستانِ زندگی
بے رونق تھی رونقِ ایوانِ زندگی
خود زندگی مٹانے لگی شانِ زندگی
حملے امام پر تھے اثر شش جہات پر
زردی تھی موت کی سی رُخِ کائنات پر

(41)

وہ زخم بے حساب وہ تشنہ لبی کا زور
وہ ضعف کا شباب وہ ناطاقتی کا زور
وہ بیکسی کا زور وہ بیچارگی کا زور
وہ بازوئے امام میں پیغمبری کا زور
فوجِ عدو کے قلب میں دہشت فنا کی تھی
تلوار تھی حسینؑ کی قوت خدا کی تھی

(42)

وہ دستِ حق پرست وہ شمشیرِ جاں ستاں
اشرار کی صفوں میں قیامت کا تھا سماں
جو زد سے بچ گئے تھے وہ بزدل تھے نیم جاں
ہر سمت سے بلند تھی آوازِ الاماں
معراج سرفروشی و ایثار بن گیا
یہ معرکہ جہاد کا معیار بن گیا

(43)

حیرت اثر وہ طرزِ وغا تشنہ کام کی
دل میں کہیں خلش بھی نہ تھی انتقام کی
کس منہ سے ہو ثنا شہِ گردوں مقام کی
ہمت تھی یہ حسینؑ علیہ السلام کی
کانٹوں کو پھول بن کے مہکنا سکھا دیا
صحرا کو خون دے کے گلستاں بنا دیا

(44)

اسلام کے اصول سے تھی سرکشی کی جنگ
ایمان کے وقار سے تھی گمرہی کی جنگ
انصاف کے شعار سے تھی رہزنی کی جنگ
برپا تھی کربلا میں خدا سے خودی کی جنگ
آخر میں جس کا ایک سپاہی حسینؑ تھا
یہ کوئی عام جنگ نہ تھی فرض عین تھا

(45)

وہ جنگ تھی کہ دورِ فلک بدحواس تھا
قلبِ عدو میں خون کے بدلے ہراس تھا
اور اس طرف زبان پہ شکر و سپاس تھا
پھر بھی امامِ وقت کو اُمت کا پاس تھا
گرتی ہوئی وہ برقِ شرر بار روک لی
کچھ سوچ کر حسینؑ نے تلوار روک لی

(46)

سمجھا یہ ظالموں نے اب وقت آ گیا
پائے ثبات عزم و عمل لڑ کھڑا گیا
بندہ ادھر اشارۂ معبود پا گیا
دم بھر کو حرب و ضرب کی قوت دکھا گیا
نکلا نہ تھا وہ گھر سے لڑائی کے واسطے
کوشش تھی ایک راہنمائی کے واسطے

(47)

بھٹکا ہوا جہاں کو جو پایا حسینؑ نے
سب کچھ لٹا کے حق کو بچایا حسینؑ نے
جادہ نئی روش کا دکھایا حسینؑ نے
سجدہ میں رکھ کے سر نہ اٹھایا حسینؑ نے
اہلِ نظر کا حوصلۂ دل بڑھادیا
اس آخری نماز کو منزل بنا دیا

(48)

تسکین کی تلاش میں زہراؑ سے جا ملا
دنیا کا رنگ دیکھ کے بابا سے جاملا
بچپن کی یاد آئی تو نانا سے جا ملا
سر کو جھکا کے مرکزِ اعلیٰ سے جاملا
یہ درس دے گیا وہ شہادت کی راہ میں
سجدہ بھی اک قدم ہے محبت کی راہ میں

(49)

ہے اس علیؑ کا لال یہ شاہِ فلک سریر
جس کے سکونِ قلب کی ملتی نہیں نظیر
خیبر شکن محافظِ اسلام قلعہ گیر
سجدہ میں جس کے پاؤں سے کھینچا گیا ہے تیر
اندازِ بندگی کو نئی آن بان دی
آیا وہی مقام تو بیٹے نے جان دی

(50)

طوفان صبر و جوشِ حمیت عجیب ہے
مقتل میں پاسِ وضعِ محبت عجیب ہے
ذوقِ وصال و شوقِ شہادت عجیب ہے
سر جائے یا رہے یہ عبادت عجیب ہے
ملّت نثارِ حُسنِ عمل کے یقین پر
ایسی نماز پھر نہ ہوئی اس زمین پر

(51)

جو زینتِ متاعِ رسالتؐ ہے وہ نماز
آئینۂ قیامِ قیامت ہے وہ نماز
جو حُسنِ صبر و نازشِ ملّت ہے وہ نماز
قربان جس پہ روحِ عبادت ہے وہ نماز
کچھ اس طرح حسینؑ نے درسِ وفا دیا
دنیا کو بارگاہِ خدا میں جھکا دیا

(52)

جو دین پر حسینؑ کا احساں ہے وہ نماز
جو شانِ عبدیت کی نگہباں ہے وہ نماز
جس کے جلو میں رحمتِ یزداں ہے وہ نماز
جو مستقل نمونۂ ایماں ہے وہ نماز
سر یوں رہِ خدا میں جھکا کر گئے حسینؑ
ذرّوں کو سجدہ گاہ بنا کر گئے حسینؑ

(53)

کس شان سے شہید ہوا جانِ مرتضیٰ
وہ فاطمہؑ کا لال وہ محبوبِ مصطفیٰؐ
دل میں نہ کوئی غم نہ زباں پہ کوئی گلا
سر کٹ رہا تھا اور لبوں پر تھی یہ صدا
قربِ خدائے درد کی لذت نصیب ہو
اے نفسِ مطمئن تجھے راحت نصیب ہو

(54)

دنیا کو کربلا سے نیا راستہ ملا
منزل ملی مقام ملا مدعا ملا
اس در کی جستجو میں درِ مصطفیٰؐ ملا
نورِ خدا کی راہبری سے خدا ملا
اس شامِ غم کا ذکر سہیلؔ نجات ہے
خونِ حسینؑ سرخیِ صبحِ حیات ہے